طالب الہاشمی

حضرت ابوہریرہ دَوسیؓ

۱

حِبرُ الاُمّت حضرت زیدؓ بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد نبوی میں دُعا اور ذکر خدا میں مشغول تھا۔ میرے ساتھ دو اور آدمی بھی ذکر الٰہی کر رہے تھے۔ ان میں ایک شخص یمن کے قبیلہ دَوس سے تعلق رکھتا تھا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ ہم لوگ خاموش ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا، اپنا کام جاری رکھو۔ اس ارشاد پر میں اور دوسرا شخص دَوسی نوجوان کے قبل بآوازِ بلند دعا کرنے لگے۔ حضورؐ ہمارے ہر جملے پر آمین کہتے جاتے تھے۔ ہم دونوں دُعا مانگ چکے تو اس دَوسی نوجوان نے دستِ دعا اٹھائے اور بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض پیرا ہوا:

''بارِالٰہا جو کچھ میرے ساتھی مجھ سے پہلے مانگ چکے ہیں، وہ مجھے بھی عطا کر۔ اس کے علاوہ ایسا علم عطا کر جو کبھی فراموش نہ ہو۔''

اس پر رسول اللہ ﷺ نے آمین کہا۔ اس کے بعد میں اور میرے دوسرے ساتھی نے عرض کی:

''یارسول اللہ ہم کو بھی ایسا علم عطا ہو جو کبھی نہ بھولے۔''

حضورؐ نے فرمایا:

''وہ تو اس دَوسی نوجوان کے حصہ میں آ چکا۔''

قبیلہ دَوس کے یہ خوش بخت نوجوان، جن کو سید الاوّلین والآخرین ﷺ کے ارشاد کے مطابق بارگاہِ ایزدی سے کبھی فراموش نہ ہونے والا علم بطور خاص عطا ہوا، سیدنا حضرت ابوہریرہؓ تھے۔

سیدنا حضرت ابوہریرہؓ ان بزرگ صحابہؓ میں سے ہیں، جنھوں نے اپنے وطن سے مدینہ منورہ آنے کے بعد بارگاہِ رسالت میں حاضر رہنے کو سارے جہان کی عزتوں اور سربلندیوں پر فوقیت دی اور نبوت کے سرچشمۂ علم سے اس طرح سیراب ہوئے کہ خود جوئے علم بن گئے، ایسی جوئے علم جس سے لاکھوں بندگانِ خدا نے اپنی علمی پیاس بجھائی۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت حدیث کے اعتبار سے ان سات اساطین امت میں سرفہرست ہیں، جن سے ہزار سے زیادہ احادیث مروی ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی احادیث کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) ہے جب کہ چھ دوسرے کثیر الروایۃ بزرگوں کے اسماء گرامی اور ان سے مروی احادیث کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۲۲۶۰
اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ	۲۲۱۰
حضرت عبداللہ بن عمرؓ	۱۶۳۰
حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ	۱۵۴۰
حضرت انسؓ بن مالک انصاری	۱۲۸۶
حضرت ابوسعید خُدریؓ	۱۱۷۰

ایک دفعہ بعض لوگوں نے حضرت ابوہریرہؓ پر اعتراض کیا کہ آپ بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں حالانکہ مہاجرین و انصار ان حدیثوں کو نہیں بیان کرتے۔ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا:

''میرے بھائی مہاجرین تجارت میں اور میرے بھائی انصار کھیتی باڑی میں مصروف رہتے تھے لیکن میں پیٹ پالنے کے لیے ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ اس بنا پر جب وہ لوگ غائب ہوتے تو میں آپؐ کی خدمت میں موجود رہتا

تھا۔ میں فقرائے صُفّہ کی جماعت کا ایک فرد تھا۔ جب یہ لوگ بھول جاتے تھے تو میں یاد کر لیتا تھا۔ (صحیح بخاری)

شروع شروع میں حضورؐ کے بعض ارشادات حضرت ابو ہریرہؓ کے ذہن سے محو ہو جاتے تھے۔ یہ بات ان کے لیے سوہانِ روح تھی۔ ایک دن بارگاہِ رسالتؐ میں عرض کی:

''یارسول اللہ میں آپ کے بعض ارشادات بھول جاتا ہوں۔''

حضورؐ نے فرمایا: ''چادر پھیلاؤ۔''

انہوں نے چادر پھیلا دی۔ آپؐ نے اس میں اپنے دست مبارک ڈالے پھر فرمایا، اس کو سینہ سے لگا لو۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے تعمیل ارشاد کی۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ اس واقعے کے بعد میں حضورؐ کا کوئی ارشاد کبھی نہ بھولا۔ (صحیح بخاری، کتاب العلم)

حضرت ابو ہریرہؓ کا خاندانی نام عبد شمس تھا۔ سرورِ عالم ﷺ نے ان کا اسلامی نام باختلافِ روایت عبدالرحمٰن یا عمیر رکھا لیکن تاریخ میں انہوں نے اپنی کنیت ابو ہریرہؓ سے شہرت پائی۔ ان کا تعلق قبیلہ دَوس (ازد کی ایک شاخ) سے تھا جو یمن میں آباد تھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:

ابو ہریرہؓ عبدالرحمٰن (عمیر) بن عامر بن عبد ذی الشریٰ بن طریف بن غیاث بن ہنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس۔

حضرت ابو ہریرہؓ اپنی کنیت کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بلی (ہرہ) پال رکھی تھی۔ رات کو اسے ایک درخت پر رکھ دیتا تھا اور صبح کو جب اپنی بکریاں چرانے جاتا تو اس بلّی کو ساتھ لے لیتا اور اس کے ساتھ کھیلتا رہتا۔ لوگوں نے بلی سے میرا غیر معمولی لگاؤ دیکھ کر مجھ کو ابو ہریرہ کہنا شروع کر دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کی یہ کنیت کس نے تجویز کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دفعہ مجھے ایک بلی مل گئی تھی، جس کو میں اپنی آستین میں لیے پھرتا تھا۔ اسی وقت سے مجھے ابو ہریرہؓ کہا جانے لگا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ سرورِ عالم ﷺ ان کو ''ابوہرّ'' یا ''ابوہریرہ'' کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ بچپن ہی میں سایۂ پدری سے محروم ہو گئے اور نہایت عسرت و افلاس کے عالم میں پرورش پائی۔ وہ روزانہ اپنے گھر کی بکریاں جنگل لے جاتے اور شام تک انہیں چراتے رہتے تھے۔ آہستہ آہستہ ان کے حالات بدلنے لگے یہاں تک کہ وہ ایک غلام رکھنے کے قابل ہو گئے۔ ان کے آغوشِ اسلام میں آنے سے پہلے کے حالات بہت کم معلوم ہیں لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانے میں انہوں نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا اور شعر بھی کہنے لگے تھے۔ بعثت نبوی کے بعد قبیلہ دوس کے ایک سعید الفطرت رئیس طفیلؓ بن عمرو مکہ گئے اور وہاں سے مشرف بہ اسلام ہو کر واپس آئے۔ یہاں آ کر انہوں نے اپنی قوم کو بھی دعوت توحید دی لیکن سوائے چار آدمیوں کے کسی نے اُن کی آواز پر کان نہ دھرے۔ یہ چار افراد حضرت طفیلؓ کے والد، والدہ، اہلیہ اور حضرت ابوہریرہؓ تھے۔ کئی ماہ کی شبانہ روز مساعی کے باوجود جب دوس کے دوسرے لوگ اسلام کی طرف مائل نہ ہوئے تو حضرت طفیلؓ شکستہ دلی کے عالم میں پھر مکہ گئے اور بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہو کر عرض کی:

> یارسول اللہ میری قوم بڑی ناہنجار ہے میں نے بہت کوشش کی لیکن وہ قبولِ حق پر آمادہ نہیں ہوئی آپ اس بدبخت قوم کے لیے بددعا فرمایئے۔'' رحمت عالم ﷺ نے بددعا کی بجائے دُعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوسا (اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرما)

پھر حضورؐ نے حضرت طفیلؓ کو ہدایت کی کہ واپس جا کر تبلیغ جاری رکھو۔ اب جو حضرت طفیلؓ اپنے قبیلے میں واپس گئے اور تبلیغ شروع کی تو لوگوں نے ان کی باتیں بڑے دھیان سے سنیں اور رفتہ رفتہ اسلام کی طرف راغب ہونے لگے اور پھر حضورؐ کی دُعا کا یہ اثر ہوا کہ چند سال کے اندر اندر دَوس کے بہت سے گھرانے مشرف بہ ایمان ہو گئے۔ اس دوران میں حضورؐ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے اور بدر، اُحد اور خندق کے معرکے بھی گزر گئے۔ اوائل ۷ ہجری میں حضرت طفیلؓ اپنے قبیلہ کے اَسّی گھرانوں کو ساتھ لے کر مدینہ پہنچے۔ اس قافلے میں

حضرت ابو ہریرہؓ بھی اپنی والدہ کے ساتھ شامل تھے۔ حضورؐ اس وقت غزوۂ خیبر کے لیے تشریف لے گئے تھے اور وہیں تشریف فرما تھے۔ حضرت طفیلؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور قافلے میں شریک دوسرے تمام مردوں کے ساتھ مدینہ سے خیبر پہنچے۔ راستے میں حضرت ابو ہریرہؓ بڑے ذوق و شوق کے ساتھ یہ شعر پڑھتے رہے:

یا لیلۃ من طولھا وعنائھا

علیٰ انھا من دار الکفر نجّت

(ہائے، رات کی درازی اور مشقت کتنی بُری ہے تاہم اس نے مجھے دارالکفر سے نجات بخشی)

حضرت ابو ہریرہؓ نے وطن سے چلتے وقت ایک غلام کو بھی ساتھ لے لیا تھا راستے میں جو کہیں گم ہو گیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ خیبر پہنچ کر حضورؐ کی زیارت اور بیعت سے مشرف ہوئے تو اتفاق سے ان کا غلام وہیں پہنچ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا:

"ابو ہریرہ تمہارا غلام آ گیا۔"

حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ میں اسے اللہ کی راہ میں آزاد کرتا ہوں۔"

بیعت کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ رحمت دو عالم ﷺ کے دامنِ اقدس سے ایسے وابستہ ہوئے کہ آخری دم تک اسے ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں حضرت ابو ہریرہؓ کی زبانی یہ روایت درج کی ہے کہ "سرورِ عالم ﷺ خیبر تشریف لے گئے تھے۔ میں اسی زمانے میں مدینہ آیا۔ نمازِ فجر سباعؓ بن عرفطہ غفاری کی اقتدا میں پڑھی جن کو حضورؐ مدینہ میں اپنا نائب بنا کر چھوڑ گئے تھے۔ سباعؓ نے پہلی رکعت میں سورۂ مریم اور دوسری میں وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ (کم تولنے والوں کے لیے خرابی ہے) پڑھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا، فلاں ازدی شخص کا ستیاناس اس نے دو ترازو بنا رکھے تھے۔ ایک کے ساتھ کم تول کر دوسروں کو دیتا اور دوسری ترازو کے ساتھ لوگوں سے زیادہ لیا کرتا تھا۔"

نمازِ فجر کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ خیبر کے لیے روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر حضورؐ کی

خدمت میں حاضر ہوئے، اپنے اسلام کا ذکر کیا اور آپؐ کے سامنے اپنا توشہ پیش کیا جو آپؐ نے بخوشی قبول فرمالیا۔ اس کے بعد وہ دوسرے دَوسی مہاجرین کے ساتھ غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے۔ علامہ ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ حضورؐ نے دَوسی مجاہدین کو خیبر پر یلغار کرنے والی فوج کے میمنہ پر مقرر فرمایا۔ سرورِ عالم ﷺ غزوۂ خیبر سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو حضرت ابوہریرہؓ بھی آپؐ کے ساتھ واپس آئے اور مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

(۴)

مدینہ منورہ آنے کے بعد سے سرورِ عالم ﷺ کے وصال تک کا زمانہ (۷ھ تا ۱۱ھ)
حضرت ابوہریرہؓ کی تمام زندگی کا حاصل تھا۔ اس زمانے کا بیشتر حصہ انہوں نے سرورِ کائنات ﷺ کی بابرکت صحبت میں گزارا۔ انہوں نے ایک تو اپنی مسکینی کی بنا پر اور دوسرے فیضان نبوی سے زیادہ سے زیادہ بہرہ یاب ہونے کی خاطر اصحاب صُفّہؓ کی مقدس جماعت میں شمولیت اختیار کرلی تھی۔ سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوت، رات ہو یا دن، حج ہو یا غزوہ وہ ہر موقع پر بارگاہِ رسالت میں حاضر رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ اُن کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا کہ حضورؐ کے جمالِ جہاں آرا سے اپنی آنکھیں روشن کرتے رہیں اور نبوت کے سرچشمہ علوم ومعارف سے سیراب ہوتے رہیں۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا:

''یارسول اللہ آپ کا مشاہدۂ جمال میری روح کی تسکین وراحت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''

فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ ابوہریرہؓ ہم سب سے زیادہ بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر رہتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت طلحہؓ (صاحب اُحد) سے کسی شخص نے کہا: ''ابومحمد ہم نہیں جانتے کہ یہ یمنی (ابوہریرہ) ارشادات نبوی کا بڑا حافظ ہے یا آپ لوگ۔''

حضرت طلحہؓ نے فرمایا:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوہریرہؓ نے لسانِ رسالت سے بہت سی ایسی باتیں سنی ہیں جو ہم نے نہیں سنیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہم لوگ گھر بار، اہل وعیال اور مال و

جائداد والے تھے ان کی نگہداشت کے بعد صبح وشام کو جو وقت ملتا تھا، بارگاہِ رسالت میں گزارتے تھے۔ ابو ہریرہ مسکین تھے، مال ومتاع اور بیوی بچوں کے جھنجٹ سے آزاد تھے اس لیے حضورؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے آپؐ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے، اسی لیے ان کو ہم سب سے زیادہ حضورؐ کے ارشادات سننے کا موقع ملا۔ ہم میں سے کسی نے ان پر یہ الزام نہیں لگایا کہ وہ حضورؐ سے سنے بغیر کوئی حدیث بیان کرتے ہیں۔''

حضرت ابو ہریرہؓ کو بارگاہِ نبوی میں اتنا تقرب حاصل ہو گیا تھا کہ دوسرے صحابۂ کرام جو سوالات حضورؐ سے پوچھنے میں جھجک محسوس کرتے تھے حضرت ابو ہریرہؓ بڑی بے تکلفی سے وہ سوالات آپؐ سے پوچھ لیتے تھے۔

''مستدرک حاکم'' میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے سوالات پوچھنے میں بہت جری تھے۔ وہ آپؐ سے ایسے ایسے سوالات کرتے تھے جو ہم لوگ نہیں کر سکتے تھے۔

خود ذات رسالت مآب ﷺ کو حضرت ابو ہریرہؓ کے اشتیاق حدیث کا اعتراف تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے حضورؐ سے پوچھا: ''یا رسول اللہ قیامت کے دن کون خوش نصیب آپ کی شفاعت کا زیادہ مستحق ہو گا۔''

حضورؐ نے فرمایا: ''تمہاری حرص علی الحدیث دیکھ کر میرا پہلے سے خیال تھا کہ یہ سوال تم سے پہلے کوئی اور نہ پوچھے گا۔''

دن رات حضورؐ کے فیض صحبت سے متمتع ہونے کی بنا پر حضرت ابو ہریرہؓ کے سینے میں اس قدر احادیث کا ذخیرہ محفوظ ہو گیا تھا کہ آپؐ فرمایا کرتے تھے:

''ابو ہریرہؓ علم کا ظرف ہے۔'' (صحیح بخاری، کتاب العلم)

تحصیل علم کے بے پناہ شوق نے حضرت ابو ہریرہؓ کو فکر معاش سے بے نیاز کر دیا تھا۔ انہوں نے بارگاہِ نبوی میں ہر وقت کی حاضری کی خاطر بھوک پیاس اور فقر و فاقہ کی مصیبتیں برداشت کیں۔ کئی کئی دن تک بھوکے رہے، پھٹے پرانے کپڑے پہنے مگر ان کی طبیعت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اپنی معیشت کے لیے حضورؐ ﷺ کی صحبت ترک کر دیں۔ علم کی خاطر بھوک اور ننگ کی

تکلیفیں برداشت کرنا اور فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کرنا کوئی آسان کام نہیں اور نہ یہ ہر شخص کے بس کی بات ہے۔ یہ حضرت ابو ہریرہؓ ہی کا دل گردہ تھا کہ انہوں نے بارگاہِ نبوی سے تحصیل علم کو دنیا کی ہر شے پر ترجیح دی۔

حافظ ابن حجرؒ نے ''الاصابہ'' میں لکھا ہے کہ ایک بار سرکار دو عالم ﷺ کے پاس مالِ غنیمت آیا۔ حضورؐ نے از راہِ شفقت حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا، کیوں ابو ہریرہ تمہیں بھی کچھ خواہش ہے؟

انہوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ میری خواہش تو یہی ہے کہ میں آپؐ سے علم سیکھتا رہوں، مال میرے کس کام کا ہے۔''

ابن سعدؒ نے ''طبقات'' میں حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

''میرا حال یہ تھا کہ جب میرے پیٹ میں کچھ پڑ جاتا تو حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تھا (تاکہ آپؐ کے ارشادات سے مستفیض ہو سکوں) یہی سبب تھا کہ نہ کبھی خمیری روٹی کھائی نہ عمدہ لباس پہنا اور نہ کوئی خادم یا خادمہ میسر آئی (کیونکہ یہ چیزیں کچھ کمانے کی متقاضی تھیں) جب بھوک ستاتی تو کسی صاحب سے قرآن کی کوئی آیت پڑھنے اور اس کی تفسیر بیان کرنے کی درخواست کرتا دراں حالے کہ وہ آیت مجھے خود یاد ہوتی۔ مقصد یہ ہوتا تھا کہ شاید اس طرح وہ صاحب مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہیں اور مجھے کھانا کھلا دیں۔ میں ان ستر اصحاب صفہ میں شامل تھا جن میں سے کسی کے پاس اوڑھنے کے لیے چادر تک نہ ہوتی تھی بس ایک دھاری دار کپڑا یا کمبل ہوتا تھا جس کو وہ اپنی گردن میں باندھ لیتا تھا۔ جب بھوک ستاتی تو گھر سے نکل کر مسجد میں آجاتا۔''

حافظ ذہبیؒ نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں حضرت ابو ہریرہؓ کے فقر و افلاس اور حسن طلب کے بارے میں یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ انہیں کئی دن تک کچھ کھانے کو میسر نہ آیا۔ بھوک سے بے تاب ہو کر باہر نکلے اور راہ گزر عام پر کہنی سے زمین پر ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گئے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ادھر سے گزرے۔ جی تو چاہا کہ ان سے کہیں، کچھ کھلایئے بھوک سے بیتاب ہوں، مگر حوصلہ نہ پڑا۔ البتہ حسن طلب کے طور پر قرآن حکیم کی ایک آیت کی تفسیر پوچھی

جس میں غریبوں اور مسکینوں کی اعانت پر زور دیا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس آیت کا مفہوم بتا کر یوں ہی گزر گئے۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ گزرے۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا۔ آپؐ نے ان کے چہرے سے اندازہ فرما لیا کہ سخت بھوک میں مبتلا ہیں۔ آپؐ ان کو اپنے ساتھ گھر لے گئے، وہاں دودھ سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ رکھا تھا جو کسی نے ہدیۃً بھیجا تھا۔ حضورؐ نے حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا، جاؤ اور سب اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ انہوں نے تعمیل ارشاد کی۔ پھر حضور نے حضرت ابوہریرہؓ کو حکم دیا کہ یہ دودھ سب کو دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ہر شخص نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ جو بچ گیا انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ تم پیو، انہوں نے پیا۔ حضورؐ نے پھر فرمایا، پیو، انہوں نے پھر پیا۔ آپؐ برابر فرماتے رہے کہ پیو اور وہ پیتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے عرض کیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اب میرے پیٹ میں مزید گنجائش نہیں ہے۔ اب باقی دودھ حضورؐ نے لے لیا اور خود نوش فرمایا۔

اربابِ سیر نے حضرت ابوہریرہؓ سے متعلق اس قسم کے اور بھی متعدد واقعات بیان کیے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ذی استطاعت صحابہٴ کرام حضرت ابوہریرہؓ اور دوسرے اصحاب صفہ کی خبر گیری فرماتے رہتے تھے اور سب سے بڑھ کر حضور ﷺ کو ان کا خیال رہتا تھا لیکن یہاں تو یہ کیفیت تھی کہ خود آقائے دو جہاںؐ بھی بھوک کی تکلیف سے نہیں بچے تھے۔ آپؐ کے پاس کبھی ہوتا اور کبھی نہ ہوتا۔ جب ہوتا سب کو تقسیم کر دیتے اور جب نہ ہوتا اس وقت حضرت ابوہریرہؓ جیسے عشاقِ علم کو البتہ تکلیف برداشت کرنی پڑتی۔

حضرت ابوہریرہؓ وطن سے چلتے وقت اپنی والدہ کو بھی ساتھ لیتے آئے تھے۔ ان کا نام بہ اختلافِ روایت میمونہ یا اُمیمہ تھا۔ وہ جوانی میں بیوہ ہو گئی تھیں اور بڑے مشکل حالات میں حضرت ابوہریرہؓ کی پرورش کی تھی اس لیے حضرت ابوہریرہؓ ان کے بے حد اطاعت گزار تھے۔ حالات کی ستم ظریفی دیکھیے کہ حضرت ابوہریرہؓ تو مدینہ آنے سے پہلے ہی سعادت اندوز اسلام

ہو گئے لیکن ان کی والدہ (اُمِّ ابی ہریرہؓ) مدینہ آنے کے بعد بھی اپنے آبائی مذہب پر قائم رہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ ماں کے شرک کی وجہ سے دل ہی دل میں کڑھتے رہتے لیکن جب بھی ماں کو توحید کی دعوت دیتے وہ اسے ٹھکرا دیتیں۔ ایک دن تو وہ دعوتِ اسلام کے جواب میں حضورؐ کی شان میں کچھ ناروا الفاظ کہہ بیٹھیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو سخت صدمہ پہنچا۔ وہ روتے ہوئے حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، واقعہ بیان کیا اور عرض کی:

''یارسول اللہ میری ماں کے لیے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔''

حضورؐ نے اسی وقت دعا کی ''الٰہی ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ خوش خوش گھر واپس آئے۔ دیکھا کہ کواڑ بند ہیں اور ماں غسل کر رہی ہیں۔ غسل سے فارغ ہو کر کواڑ کھولے اور بولیں:

''اے فرزند گواہ رہنا کہ میں اللہ اور اس کے سچے رسولؐ پر صدق دل سے ایمان لاتی ہوں۔''

حضرت ابو ہریرہؓ فرطِ مسرت سے بے خود ہو گئے اور خوشی کے آنسو بہاتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی:

''یارسول اللہ بشارت ہو آپؐ کی دعا قبول ہوئی اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی۔''

حضورؐ یہ خبر سن کر بہت مسرور ہوئے۔

اب حضرت ابو ہریرہؓ نے گزارش کی ''یا رسول اللہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سب مومنوں کے دل میں میری اور میری والدہ کی محبت پیدا کر دے۔''

حضورؐ نے دعا فرمائی، اور اس کا اثر یہ ہوا کہ خود حضرت ابو ہریرہؓ کے قول کے مطابق جو مؤمن آدمی ان کے بارے میں سنتا، ان سے محبت کرنے لگتا۔ (البدایہ والنہایہ۔ حافظ ابن کثیرؒ)

حضرت ابو ہریرہؓ اپنی والدہ کی حد سے زیادہ تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ جب وہ گھر آتے تو کہتے: ''السّلام علیک یا امتاہ ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ''

وہ جواب میں کہتیں: ''وعلیک السلام یا بُنَیَّ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ''

پھر حضرت ابوہریرہؓ کہتے: ''اللہ تعالیٰ آپ پر اسی طرح رحم (رحمت) کرے جس طرح آپ نے بچپن میں مجھ پر رحم کیا اور میری پرورش کی۔''

وہ جواب دیتیں: ''اے بیٹے اللہ تعالیٰ تم پر بھی اسی طرح رحمت نازل فرمائے، جس طرح تم نے جوان ہوکر میری خدمت کی۔''

حضرت ابوہریرہؓ کو والدہ سے جس قدر تعلق خاطر تھا اس کا اندازہ اس واقعے سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ وہ چند دوسرے اصحابِ صُفّہ کے ساتھ بھوک سے پریشان ہوکر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔

حضورؐ نے پوچھا: ''اس وقت کیسے آئے؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ بھوک کھینچ لائی ہے۔''

حضورؐ نے کھجوروں کا ایک طباق منگوایا اور ہر شخص کو دو دو کھجوریں دے کر فرمایا: ''یہ دو کھجوریں کھاؤ اور اس کے بعد پانی پیو۔ یہی دو کھجوریں تمہیں آج کے لیے کافی ہوں گی۔''

حضرت ابوہریرہؓ نے ایک کھجور کھالی اور دوسری اپنے دامن میں اٹھا کر رکھ لی۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ''ابوہریرہ تم نے یہ کھجور کس لیے دامن میں رکھ لی؟''

انہوں نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ اپنی والدہ کے لیے۔''

ارشاد ہوا، ''تم یہ کھجور کھالو ہم تمہاری والدہ کے لیے بھی تم کو دو کھجوریں دیں گے۔''

انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور حضورؐ نے انہیں دو کھجوریں اور عطا کیں تا کہ اپنی والدہ کی خدمت میں پیش کریں۔

حضرت ابوہریرہؓ زندگی بھر والدہ کے خدمت گزار رہے اور جب تک وہ حیات رہیں ان کی تنہائی کے خیال سے فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے بھی (تنہا) نہ گئے۔

حضرت ابوہریرہؓ آستانۂ نبوی کے ایک درویش طالب علم ہی نہیں تھے بلکہ ایک مردِ مجاہد بھی تھے۔ غزوۂ خیبر کے بعد انہوں نے فتح مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ تبوک (جیش عسرۃ) میں بھی سرورِ عالم ﷺ کی ہم رکابی کا شرف حاصل کیا۔

بعض موقعوں پر حضوؐر نے حضرت ابو ہریرہؓ کو کسی خاص مہم کی انجام دہی پر بھی مامور فرمایا۔ مسند احمد میں حضرت سلیمان بن یسارؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی زبانی یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ بھیجا اور دو (دشمن اسلام) قریشیوں کا نام لے کر فرمایا کہ اگر وہ مل جائیں تو ان کو نذر آتش کر دو لیکن جب ہم چلنے لگے تو فرمایا، میں نے تمہیں فلاں فلاں کو جلانے کا حکم دیا تھا مگر آگ کا عذاب خاصۂ خداوندی ہے اگر وہ مل جائیں تو ان کو جلاؤ نہیں (تلوار سے) قتل کر دو۔

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ ایک اور موقع پر حضوؐر نے حضرت ابو ہریرہؓ کو ایک خاص مہم سپرد کی۔ جب وہ چلنے لگے تو حضوؐر نے بہ نفس نفیس انہیں الوداع کہا اور فرمایا، میں تجھے خدا کی امانت میں دیتا ہوں، جس کی امانت کبھی ضائع نہیں ہوتی۔

۹ ہجری میں تبوک سے واپسی پر حضوؐر نے تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی امارت میں حج کے لیے مکہ بھیجا۔ آپؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو اس قافلے کا نقیب بنایا اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کو منادی اور معلم مقرر فرمایا۔

سرورِ عالم ﷺ کے وصال (۱۱ھ) کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ سریر آرائے خلافت ہوئے تو دفعتاً سارے عرب میں فتنۂ ارتداد کی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ صدیق اکبرؓ نے بے مثال عزم و ثبات کے ساتھ اس فتنہ کے خلاف جہاد کیا اور چند ماہ کے اندر اندر اس کا قلع قمع کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے صدیق اکبرؓ کی معیت میں فتنۂ ارتداد کے خلاف پر جوش حصہ لیا۔ مسند احمد بن حنبلؒ میں خود ان سے روایت ہے کہ:

> ''جب فتنۂ ردّہ بپا ہوا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا، آپ مرتدین سے لڑنا چاہتے ہیں حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فلاں فلاں بات سنی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا، میں نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق نہیں کروں گا اور جو شخص ان میں تفریق کرے گا، اس سے لڑوں گا۔ پس ہم نے حضرت ابو بکرؓ کی معیت میں مرتدین (منکرین زکوٰۃ) کے خلاف جہاد کیا اور اس میں بھلائی پائی۔''

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت ابو ہریرہؓ کو بحرین کا والی مقرر کیا۔ اس سے پہلے وہ عہد رسالت میں بھی حضرت علاءؓ بن عبداللہ حضرمی کے ساتھ بحرین جا چکے تھے اور وہاں کے لوگوں کو دینی احکام ومسائل سے آگاہ کیا تھا۔ منصب ولایت پر تقرر سے حضرت ابو ہریرہؓ کے فقر و افلاس کا دور ختم ہو گیا۔

حافظ ابن حجرؒ نے ''الاصابہ'' میں لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بحرین سے واپس آئے تو ان کے پاس دس ہزار روپے (درہم یا دینار) تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ اپنے عُمّال پر بڑی کڑی نظر رکھتے تھے۔ انہیں معلوم ہوا تو حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ تم نے اتنی رقم کہاں سے لی؟

انہوں نے کہا، میرے پاس کچھ گھوڑیاں تھیں ان کے یہاں بچے پیدا ہوئے، کچھ غلاموں کی کمائی سے اور کچھ تنخواہوں سے جو پے در پے میرے پاس جمع ہوتی رہیں۔ حضرت عمرؓ نے تحقیقات کرائی تو جو کچھ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا تھا بالکل درست نکلا۔ انہوں نے اب حضرت ابو ہریرہؓ کو دوبارہ بحرین کی امارت پر بھیجنا چاہا لیکن انہوں نے یہ عہدہ قبول کرنے سے معذرت کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم کو امارت ناپسند ہے حالانکہ یوسف علیہ السلام نے جو تم سے بہتر تھے، اس کے لیے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کی ''امیر المؤمنین، یوسف علیہ السلام نبی ابن نبی تھے اور میں بے چارہ امیمہ کا بیٹا ہوں۔ میں ان پانچ باتوں سے ڈرتا ہوں اور اسی وجہ سے منصب امارت پر فائز ہونا پسند نہیں کرتا۔

ایک یہ کہ بغیر علم کے کچھ کہوں۔

دوسری یہ کہ حجت شرعی کے بغیر کوئی فیصلہ کروں۔

تیسری یہ کہ مارا جاؤں۔

چوتھی یہ کہ میری بے عزّتی کی جائے۔

پانچویں یہ کہ میرا مال چھینا جائے۔

حافظ ذہبیؒ نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں اس سے مختلف واقعہ بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں

کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے چار لاکھ (درہم یا دینار) بحرین کا لگان جمع کر کے حضرت عمرؓ کو دیا۔ انہوں نے پوچھا، تم نے کسی پر ظلم تو نہیں کیا؟

حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا: ''نہیں''

پھر حضرت عمرؓ نے سوال کیا ''تم اپنے لیے وہاں سے کیا لائے؟''

عرض کیا: ''بیس ہزار''

حضرت عمر نے پوچھا: ''یہ مال تم نے کیسے حاصل کیا؟''

انہوں نے جواب دیا: ''تجارت کے ذریعے''

امیر المؤمنینؓ نے فرمایا: ''اپنا راس المال رکھ لو اور باقی رقم بیت المال میں جمع کرادو۔''

ابن عساکرؒ نے ''تاریخ دمشق'' میں لکھا ہے کہ ''حضرت ابو ہریرہؓ جنگ یرموک میں شریک ہوئے تھے۔''

جنگ یرموک عہد فاروقی کی نہایت خونریز لڑائیوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کی فتح نے مسیحی شام کی قسمت کا قریب قریب فیصلہ کر دیا۔ اس معرکے میں کئی موقعوں پر رومیوں نے مسلمانوں پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ اگر حضرت ابو ہریرہؓ اور ان جیسے دوسرے بہادر انہیں سنبھال نہ لیتے تو ان کے قدم اکھڑ گئے ہوتے۔ ایسے ہی ایک موقعے پر جب رومی میسرے نے اسلامی میمنے پر قیامت خیز حملہ کیا تو حضرت ابو ہریرہؓ کے قبیلہ ازد نے بڑی ثابت قدمی سے اس حملے کو روکا۔ حضرت جندبؓ بن عمرو ازدی نے اپنے جھنڈے کو زور سے ہلا کر بلند آواز سے کہا:

> اے قوم ازد تم میں سے کوئی ہمیشہ زندہ نہ رہے گا، نہ اس وقت تک اپنے کو معصیت اور خواری سے بچا سکے گا جب تک وہ پوری استقامت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ نہ کرے گا۔ کان کھول کر سن لو کہ مرنے والے کے لیے ذلت ہے۔''

اس موقعے پر حضرت ابو ہریرہؓ بھی آگے بڑھے اور اپنے قبیلے کو للکار کر کہا:

> ''بہادرو! حورانِ بہشتی تمہاری منتظر ہیں ان سے ملنے کے لیے اپنے کو آراستہ کر لو۔ اللہ کا تقرب اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کمر بستہ ہو جاؤ۔ اللہ کے نزدیک نیکی کی اس سے زیادہ پسندیدہ جگہ کوئی نہیں ہے جہاں تم اس وقت کھڑے ہو۔''

حضرت ابو ہریرہؓ کی آواز پر قبیلہ ازد کے بہادر ان کے گرد جمع ہو گئے اور پھر سب نے مل کر اس زور کا جوابی حملہ کیا کہ رومیوں کی صفیں ابتر ہو گئیں۔ (یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ قبیلہ دَوس، قبیلہ ازد ہی کی ایک شاخ تھا اس لیے حضرت ابو ہریرہؓ کو دَوسی کہہ لیا جائے یا ازدی، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا)

ارباب سیر نے تصریح تو نہیں کی لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے شام کے کئی اور معرکوں میں بھی دادِ شجاعت دی۔

ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے آخر عہد خلافت میں جب آذربائیجان پر فوج کشی ہوئی تو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ربیعہ ترکوں کے مقابلہ پر مامور ہوئے۔ اس فوج کشی میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی مجاہدانہ شریک تھے لیکن ابھی یہ مہم ناتمام تھی کہ حضرت عمرؓ نے شہادت پائی اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ مسند نشین خلافت ہوئے۔ ان کے زمانے میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ربیعہ نے بلنجر پر حملہ کیا لیکن لڑائی میں شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بھائی سلمان بن ربیعہؒ ان کے قائم مقام ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ ان کے ساتھ بلنجر سے جیلان ہوتے ہوئے جرجان گئے اور ان شہروں کی تسخیر کے لیے جو معرکے پیش آئے ان میں سرفروشانہ حصہ لیا۔

(۷)

حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت کے نصف اوّل میں مشرقی ممالک کے جہاد میں حصہ لینے کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ منورہ واپس آ گئے اور خاموشی سے حدیث کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ جب حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف شورش برپا ہوئی اور باغیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے بڑے پُر جوش طریقے سے لوگوں کو امیر المومنینؓ کی امداد و حمایت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔

حافظ ابن حجرؒ اور حافظ ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ ان صحابۂ کرامؓ میں شامل تھے، جو حضرت عثمانؓ کے دفاع کے لیے آئے تھے اور ان کے گھر میں موجود تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا:

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تم لوگ میرے بعد فتنہ اور اختلاف میں مبتلا

ہو گے۔لوگوں نے پوچھا، یارسول اللہ اس دورِ فتن میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔آپؐ نے
فرمایا، تم کو امین اور اس کے حامیوں کے ساتھ ہونا چاہیے۔''

اس سے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی طرف اشارہ تھا۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنیؓ نیک نفسی کے درجۂ کمال پر تھے۔انہوں نے اس آڑے وقت میں بھی اپنے حامیوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت نہ دی۔تاہم بقول ابنِ سعدؒ و ابن اثیرؒ امیر المؤمنینؓ کے بعض حامیوں نے باغیوں کو پیچھے دھکیلنے کے لیے تلوار سے کام لے ہی لیا۔ان میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی شامل تھے۔لیکن تقدیر کے لکھے کو کون ٹال سکتا ہے۔کچھ باغی پچھلی طرف سے دیوار پھلانگ کر اندر گھس آئے اور ضعیف العمر امیر المؤمنینؓ کو نہایت بیدردی سے اس حالت میں شہید کر ڈالا کہ وہ تلاوتِ قرآن میں مشغول تھے۔حضرت ابو ہریرہؓ کو اس سانحۂ جانگداز سے سخت صدمہ پہنچا اور انہوں نے دل برداشتہ ہو کر عزلت گزینی اختیار کر لی۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت میں جو لڑائیاں پیش آئیں۔(جنگ جمل و جنگ صفین) وہ ان سے یکسر کنارہ کش رہے۔فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ میرے بعد بہت سے فتنے برپا ہوں گے ان میں بیٹھ رہنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے اور کھڑا رہنے والا چلنے والے سے افضل ہے۔جو شخص ان فتنوں کی طرف جھانکے گا، فتنے اس کی طرف جھانکیں گے۔جس شخص کو ان فتنوں سے محفوظ رہنے کی کوئی جگہ مل جائے تو وہ اس میں پناہ لے۔ (مسند احمدؒ)

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں حضرت ابو ہریرہؓ نے بعض موقعوں پر اہل مدینہ کو نماز پڑھائی۔

۴۰ ہجری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شہادت پائی اور حضرت حسنؓ سریر آرائے خلافت ہوئے۔وہ چند ماہ بعد امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے تو حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی۔امیر معاویہؓ نے مختلف صوبوں میں اپنے والی مقرر کیے تو مروان بن الحکم کو مدینہ منورہ کا والی مقرر کیا۔وہ جب کبھی مدینہ منورہ سے باہر جاتا تو حضرت ابو ہریرہؓ کو اپنا نائب یا قائم مقام مقرر کر دیتا تھا۔

طبری کا بیان ہے کہ مروان اپنے زمانۂ امارت میں ۵۴ ہجری اور ۵۵ ہجری میں دو

مرتبہ حج کے لیے مکہ معظّمہ گیا اس نے ایک دفعہ یا دونوں مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشیں مقرر کیا۔

امام احمد بن حنبلؒ اور حافظ ذہبیؒ کا بیان مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ جب مروان والی مدینہ سے ناراض ہو جاتے تو اسے معزول کر دیتے اور اس کی جگہ حضرت ابوہریرہؓ کو مدینہ کا والی مقرر کر دیتے اور جب حضرت ابوہریرہؓ سے کبیدہ خاطر ہو جاتے تو ان کی جگہ مروان کو مدینہ کا والی بنا دیتے۔ (مسند احمد و سیر اعلام النبلاء)

بہر صورت حضرت ابوہریرہؓ نے بعض موقعوں پر امارتِ مدینہ کے فرائض ضرور انجام دیے۔ (بہ عہد خلافت امیر معاویہؓ)

۵۸ ہجری میں حضرت ابوہریرہؓ سخت بیمار ہو گئے یہاں تک کہ جانبری کی اُمید نہ رہی۔ لوگ عیادت کو آتے تو وہ اس حالت میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے تاہم دنیا سے دل سرد ہو چکا تھا۔ حضرت ابوسلمہؒ بن عبدالرحمٰنؒ عیادت کے لیے آئے اور ان کی صحت کے لیے دعا کی تو وہ بولے:

''اے اللہ! اب مجھے دنیا میں نہ لوٹا۔''

دو دفعہ یہ کلمات دہرائے۔ پھر حضرت ابوسلمہؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''ابوسلمہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے وہ زمانہ دور نہیں جب لوگ موت کو سرخ سونے کے ذخیرہ سے زیادہ محبوب سمجھیں گے۔ تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ جب آدمی کسی مسلمان کی قبر پر گزرے گا تو تمنا کرے گا کہ اے کاش بجائے اس کے میں اس قبر میں مدفون ہوتا۔''

مرض الموت میں ایک دن رونے لگے۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا:

''میں اس دنیا کی دلفریبیوں کے چھوٹ جانے پر نہیں روتا میں تو اس لیے روتا ہوں کہ سفر طویل ہے اور زادِ راہ کم۔ میں اس وقت جنت و دوزخ کے نشیب و فراز میں ہوں، معلوم نہیں کس راستہ پر جانا پڑے۔''

مروان بن الحکم عیادت کے لیے آیا اور ان کی شفایابی کی دعا کی تو فرمایا:

''اے اللہ میں تیری ملاقات چاہتا ہوں تو بھی میری ملاقات پسند کر۔''

جب آخری وقت آیا تو وصیت کی:

''میری قبر پر خیمہ نہ لگانا، جنازہ کے پیچھے آگ لے کر نہ چلنا اور جنازہ لے جانے میں جلدی کرنا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جب مومن کو چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو اور جب کافر یا فاجر کو چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو کہتا ہے مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔''

اس کے بعد انہوں نے پیک اجل کو لبیک کہا۔ اس وقت وہ عمر کی ۷۸ منزلیں طے کر چکے تھے۔ ایک روایت میں حضرت ابوہریرہؓ کا سال وفات ۵۷ ہجری بیان کیا گیا ہے لیکن واقدیؒ، ابوعبیدؒ اور بعض دوسرے اہل سیر کے قول کے مطابق حضرت ابوہریرہؓ نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی اور اُمّ المؤمنین نے رمضان المبارک ۵۸ ہجری میں وفات پائی تھی۔ اس قول کی روشنی میں حضرت ابوہریرہؓ کی تاریخ وفات رمضان ۵۸ ہجری کے بعد تسلیم کرنی پڑے گی۔ حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک حضرت ابوہریرہؓ کا سال وفات ۵۹ ہجری ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی نماز جنازہ اس وقت کے امیر مدینہ ولید بن عتبہ نے پڑھائی۔ اکابر صحابہؓ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ جنازہ میں شریک تھے۔ حضرت ابن عمرؓ جنازہ کے آگے آگے چل رہے تھے اور حضرت ابوہریرہؓ کے لیے دعائے مغفرت کرتے جاتے تھے۔ نمازِ جنازہ کے بعد حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے صاحبزادوں نے چارپائی کو کندھا دے کر جنت البقیع پہنچایا اور اسلام کے اس رجل عظیم کو فخ مہاجرین میں سپرد خاک کر دیا۔

ابن سعدؒ کا بیان ہے کہ ولید بن عتبہ نے امیر معاویہؓ کو حضرت ابوہریرہؓ کی وفات کی اطلاع دی تو انہوں نے ولید کو لکھا کہ ابوہریرہؓ کے پسماندگان کو دس ہزار درہم دے دو اور ان سے اچھا برتاؤ کرو کیونکہ ابوہریرہؓ حامیانِ عثمانؓ میں سے تھے اور محاصرہ کے وقت ان کے گھر میں موجود تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے اپنے پیچھے ایک بیوہ اور چار بچے چھوڑے۔ (انہوں نے سرورِ

عالم ﷺ کے وصال کے بعد شادی کرلی تھی) بچوں میں تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ صاحبزادوں کے نام المحرّ ر، عبدالرحمٰن اور بلال تھے۔ صاحبزادی کا نام معلوم نہیں البتہ اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ رئیس التابعین حضرت سعیدؒ بن مسیّبؒ سے بیاہی گئی تھیں۔ بڑے صاحبزادے المحرّ ر نے اپنے والد نیز حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔

حضرت ابوہریرہؓ علم و فضل کے اعتبار سے نہایت بلند مقام پر فائز تھے۔ انہوں نے سرورِ کائنات ﷺ کے ارشادات کا اتنا بڑا ذخیرہ اُمت کو بہم پہنچایا ہے کہ ان کے اس بارِ احسان سے یہ امت کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ ان سے مروی ۵۳۷۴ احادیث میں ۳۲۵ متفق علیہ ہیں، ۷۹ میں بخاری اور ۹۳ مسلم منفرد ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ نے رسولِ اکرم ﷺ سے کثیر تعداد میں براہِ راست احادیث روایت کیں۔ ان کے علاوہ انہوں نے متعدد صحابۂ کرامؓ سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور مندرجہ ذیل اکابر صحابہ شامل ہیں:

حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ بن خطاب، حضرت اُبی بن کعب انصاری، حضرت اُسامہؓ بن زید حب النبیؐ، حضرت فضلؓ بن عباسؓ۔

خود حضرت ابوہریرہؓ سے اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علاوہ مندرجہ ذیل صحابہؓ نے احادیث روایت کی ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت ابورافعؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت واثلہؓ بن الاسقع، حضرت ابوایوبؓ انصاری، حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت زیدؓ بن ثابت۔

ان کے علاوہ تابعین عظام کی ایک کثیر تعداد نے ان سے روایت کی ہے۔ ان میں سے چند کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

سعیدؒ بن مسیّبؒ، ابوادریس خولانیؒ، ابوعثمان نہدیؒ، ابوزرعہؒ، ابوسلمہؒ بن عبدالرحمٰنؒ بن عوف، حسن بصریؒ، محمدؒ بن سیرین، سلیمان بن یسارؒ، طاؤسؒ، مجاہدؒ، عطاءؒ، عامر شعبیؒ، عکرمہؒ، عروہؒ

بن زبیرؒ، نافع بن جبیرؒ، قبیصہ بن ذویبؒ، حفصؒ بن عاصمؒ بن عمر فاروقؓ، اعرجؒ، اور عامرؒ بن سعدؓ بن ابی وقاص وغیر ہم۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ کے رواۃِ حدیث کی تعداد آٹھ سو سے بھی زیادہ، ان میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اور تابعین شامل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ابوہریرہؓ ہم سب سے زیادہ حدیث جانتے تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوایوب انصاریؓ سے سوال کیا گیا کہ آپ خود صحابی ہیں اور ابوہریرہؓ سے روایت کرر ہے ہیں براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے کیوں روایت نہیں کرتے؟ انہوں نے فرمایا، ابوہریرہؓ نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنا، ہم وہ نہ سن سکے۔ مجھے یہ بات پسند ہے کہ جو حدیث میں نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی وہ آپؐ کے بجائے ابوہریرہؓ سے روایت کروں۔

والی مدینہ مروان بن الحکم، حضرت ابوہریرہؓ کی جلالت قدر کا قائل تھا اور ان کا بہت احترام کرتا تھا لیکن کبھی کبھی غصہ میں آ کران سے الجھ پڑتا تھا اور اس کا سبب یہ ہوتا تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ اس کو کوئی ناروا کام کرتا دیکھتے تو برملا ٹوک دیتے تھے۔ ایک مرتبہ مروان نے کسی بات پر برہم ہوکران سے کہا:

> لوگ کہتے ہیں کہ آپ بہت زیادہ حدیثیں روایت کرتے ہیں حالانکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے وصال سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے مدینہ آئے۔"

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا:

> میں جب مدینہ آیا حضورؐ خیبر میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت میری عمر تیس برس سے کچھ اوپر تھی۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد میں سایہ کی طرح آپؐ کے ساتھ رہا۔ آپؐ کی معیت میں ازواجِ مطہراتؓ کے گھروں میں جاتا تھا، آپؐ کی خدمت کرتا تھا، آپؐ کی ہم رکابی میں غزوات میں شریک ہوتا تھا، حج میں بھی آپؐ کے ساتھ ہوتا تھا اس لیے میں دوسرے لوگوں سے زیادہ حدیثیں جانتا ہوں۔ خدا کی قسم جن لوگوں کو مجھ سے پہلے آپؐ کا شرف صحبت حاصل تھا وہ بھی بارگاہِ رسالت میں میری حاضر باشی کا اعتراف کرتے تھے اور مجھ سے حدیثیں پوچھتے تھے۔ ان میں

حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔''

ان کا جواب سن کر مروان خاموش ہو گیا۔

امام حاکمؒ نے اپنی ''مستدرک'' میں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ مروان نے حضرت ابو ہریرہؓ کا امتحان لینا چاہا۔ اس نے ایک کاتب کو چھپا کر بٹھا دیا اور حضرت ابو ہریرہؓ کو بلا کر کسی خاص موضوع پر حدیثیں پوچھنا شروع کیں۔ وہ بیان کرتے جاتے تھے اور کاتب ان سے در پردہ لکھتا جا تا تھا۔ دوسرے سال اس نے پھر اسی طریقہ سے حدیثیں پوچھیں۔ اس مرتبہ بھی انہوں نے بلا کم و کاست اسی طرح احادیث بیان کیں جس طرح پچھلے سال بیان کر چکے تھے۔ یاں تک کہ ترتیب میں بھی کوئی فرق نہ آیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کے سوا کوئی شخص مجھ سے زیادہ حدیثیں نہیں جانتا اور عبداللہؓ بھی اس لیے زیادہ حدیثیں جانتے ہیں کہ وہ حضورؐ کے ارشادات کو لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ یہ صحیح بخاری (کتاب العلم) کی روایت ہے۔

''مستدرکِ حاکم'' کی ایک روایت کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ بھی حدیثیں لکھ لیتے تھے اس طرح انہوں نے ایک کتاب مدوّن کر لی تھی۔ شارحین حدیث نے ان دونوں روایتوں کی تطبیق اس طرح کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضورؐ کے وصال کے بعد اپنے حافظہ میں محفوظ تمام حدیثوں کو لکھ کر ایک کتاب میں جمع کر دیا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاص جن کو حضرت ابو ہریرہؓ اپنے سے زیادہ عالم حدیث سمجھتے تھے۔ ان سے صرف سات سو احادیث مروی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کثرتِ روایت کے باوجود حدیثوں کے بارے میں بہت محتاط تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے حضورؐ پر افترا باندھا اس نے اپنے آپ کو جہنم کا مستحق بنا لیا۔ ابن عساکرؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا معمول تھا کہ بازار میں سے گزرتے تو لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے، لوگو! جو شخص مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں ابو ہریرہؓ ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا وہ اپنا گھر دوزخ میں بنا لے۔

حضرت ابو ہریرہؓ صرف عالم حدیث ہی نہ تھے بلکہ فقہ اور اجتہاد میں بھی ماہرانہ بصیرت رکھتے تھے۔ ان کا شمار مدینہ منورہ کے فقہاء میں ہوتا تھا اور وہ دوسرے فقہاء صحابہ کی طرح فتویٰ دیا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی مادری زبان عربی تھی۔ اس کے علاوہ وہ فارسی بھی جانتے تھے۔ حافظ ابن حجرؒ کا بیان ہے کہ ان کو توراۃ کے مسائل پر بھی عبور حاصل تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کو اللہ تعالیٰ نے جس فیاضی کے ساتھ علم کی دولت عطا کی تھی، وہ زندگی کے آخری سانس تک اسی فیاضی کے ساتھ اس دولت کو عامۃ المسلمین میں لٹاتے رہے۔ وہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے جہاں بھی کچھ مسلمان مل جاتے ان تک ارشادات نبوی پہنچاتے رہتے تھے۔ ''مستدرک حاکم'' میں ہے کہ وہ ہر جمعہ کو نماز سے پہلے اس وقت تک حدیثیں بیان کرتے رہتے جب تک امام اپنے حجرہ سے باہر نہ آتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے گلشن اخلاق میں علم کی تحصیل اور اشاعت کا شوق، حبِ رسول، اتباعِ سنت، شغف عبادت، حق گوئی و بے باکی، سادگی، فیاضی اور سیر چشمی سب سے خوش رنگ پھول ہیں۔ انہوں نے حصول علم کی خاطر جس طرح مشقتیں برداشت کیں اور دن رات ایک کر دیے، تاریخ میں اس کی بہت کم مثالیں ملتی ہیں۔ پھر اس علم کو انہوں نے اپنے تک محدود نہ رکھا بلکہ زندگی بھر نہایت ذوق وشوق سے اس کی اشاعت کرتے رہے۔

سرورِ عالم ﷺ سے عقیدت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ زیادہ سے زیادہ وقت بارگاہِ رسالتؐ میں گزارتے تھے اور حضورؐ کی زیارت، معیت اور خدمت کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ وہ ہر اس شخص سے بھی محبت کرتے تھے جو حضورؐ کو عزیز ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ان کے سامنے اپنے نواسے حضرت حسنؓ کو اپنی گود میں بٹھا کر فرمایا، ''الٰہی میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اس کو محبوب رکھ اور اس کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ'' اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ جب بھی حضرت حسنؓ کو دیکھتے تھے تو فرطِ محبت سے ان کی آنکھیں نم ہو جاتی تھیں۔

''مسند احمد بن حنبلؒ'' میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت حسنؓ سے ملے تو ان

سے کہا، ذرا اپنے جسم سے کپڑا ہٹائیے تاکہ میں اس حصہ پر بوسہ دوں جس پر حضورؐ بوسہ دیا کرتے تھے۔ انہوں نے کپڑا ہٹا دیا اور حضرت ابوہریرہؓ نے ان کی ناف کو چوم لیا۔

اتباع سنت کی یہ کیفیت تھی کہ ہر کام میں سرورِ عالم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھتے تھے۔ عبادات میں بھی آپؐ کے نقش قدم پر چلتے تھے اور معاملات میں بھی لفظ بہ لفظ آپؐ کے ارشادات کی تعمیل اور آپؐ کے طرزِ عمل کا اتباع کرتے تھے ساتھ ہی لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔ کسی کو خلافِ سنت کام کرتا دیکھتے تو فوراً ٹوک دیتے اور جو کچھ اس بارے میں حضورؐ سے سنا ہوتا وہ سنا دیتے۔ حضورؐ کے وصال کے بعد عمدہ غذا سے صرف اس لیے پرہیز کرتے تھے کہ آپؐ نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا تھا۔ ایک دفعہ ان کے سامنے بکری کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا گیا، انہوں نے یہ کہہ کر اس کے کھانے سے معذرت کر دی کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپؐ نے کبھی سیر ہو کر جو کی روٹی بھی نہ کھائی۔

عبادت اور ذکر الٰہی سے خاص شغف تھا۔ رات کو اُٹھ کر خود بھی عبادت کرتے تھے اور گھر والوں کو بھی شب بیدار بناتے تھے۔ حافظ ذہبیؒ نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں ابوعثمان نہدیؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں سات دن حضرت ابوہریرہؓ کا مہمان رہا حضرت ابوہریرہؓ، ان کی اہلیہ اور ان کا غلام رات کو باری باری جاگ کر عبادت کیا کرتے تھے۔

رمضان کے روزوں کے علاوہ ہر مہینہ کے شروع یا آخر میں تین روزے پابندی سے رکھتے تھے۔ اکثر تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے۔ ایک تھیلی میں کنکریاں اور گٹھلیاں بھری رہتی تھیں جن پر تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ جب تھیلی ختم ہو جاتی تو پھر بھروا لیتے۔ حضرت عکرمہؒ (مشہور تابعی) کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ ہر روز بارہ ہزار تسبیحیں کرتے تھے۔ بعض اوقات رات کو زور زور سے تکبیریں کہا کرتے تھے۔ ایک دن مضارب بن جزو رات کو باہر نکلے (یا دورانِ سفر میں) انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ کی تکبیریں سنیں تو ان کے پاس جا کر پوچھا، اس وقت آپ کیوں تکبیریں پکار رہے ہیں؟

کہنے لگے، خدا کا شکر ادا کر رہا ہوں کہ ایک وہ وقت تھا جب میں بسرہ بنت غزوان کے پاس پیٹ کی روٹی پر ملازم تھا۔ پھر وہ دن آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے عقد میں دے دیا۔

مسند احمدؒ میں ہے کہ وہ ارکانِ عبادت کو پورے شرائط کے ساتھ ادا کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی ایسا ہی کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

حق بات کہنے میں حضرت ابو ہریرہؓ کسی بڑے سے بڑے آدمی کی پروانہیں کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے امیر مدینہ مروان بن الحکم کے زیر تعمیر مکان میں تصویریں آویزاں دیکھیں۔ فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو میری مخلوق جیسی مخلوق بناتا ہے۔ ذرا ایک چیونٹی تو پیدا کر کے دکھائے (یا ذرہ برابر غلہ یا جو تو پیدا کر کے دکھائے)

صحیح مسلم میں ہے کہ مروان کے زمانۂ امارت میں (غلہ، کھجور وغیرہ کی خرید فروخت کے سلسلہ میں) ہنڈی کا رواج چل پڑا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو معلوم ہوا تو وہ فوراً مروان کے پاس گئے اور اس سے کہا، تم نے سود حلال کر دیا۔ اس نے کہا، معاذ اللہ میں ایسا کیوں کرنے لگا۔ انہوں نے فرمایا، تم نے ہنڈی کو رائج کیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اشیائے خوراک کی فروخت کی اس وقت تک ممانعت فرمائی جب تک خریدار ان کو ناپ تول نہ لے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا ارشاد سن کر مروان نے اس طریقے کو منسوخ کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی زندگی کا پہلا دور سخت تنگدستی اور افلاس کا تھا۔ دوسرا دور آسودہ حالی اور تموّل کا تھا۔ پہلے دور میں انہوں نے سخت مصیبتیں برداشت کیں لیکن صبر اور قناعت کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا، جو کچھ کھانے کو مل جاتا اسی پر قناعت کر لیتے جب کچھ بھی نہ ملتا تو فاقہ کرتے یا روزہ رکھ لیتے۔ ایک دن ان کے پاس پندرہ کھجوریں تھیں، انہوں نے پانچ کھجوروں سے روزہ افطار کیا، پانچ سحری کے وقت کھالیں اور پانچ روزہ افطار کرنے کے لیے باقی رکھ لیں۔ ان کے داماد حضرت سعیدؒ بن مسیّبؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ گھر آتے اور اہل خانہ سے پوچھتے کہ کھانے کے لیے کوئی چیز موجود ہے؟ اگر اہل خانہ نفی میں جواب دیتے تو وہ فرماتے، میں نے روزہ رکھ لیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں آسودہ حال کیا تو بہترین ریشمی کپڑے پر تھوکتے۔ (یا بروایت دیگر کتان کے کپڑے پہن کر ان سے ناک صاف کرتے) اور فرماتے، ابو ہریرہ آج تو ریشمی کپڑوں پر تھوک رہا ہے (یا کتان سے ناک صاف کر رہا ہے) ایک زمانہ وہ تھا جب تو

حضرت عائشہ صدیقہؓ اور منبر نبوی کے درمیان غش کھا کر گر پڑتا تھا لوگ تیری گردن پر پاؤں رکھ کر کہتے کہ ابو ہریرہ کو جنون ہو گیا ہے حالانکہ تیری یہ حالت بھوک کی وجہ سے ہوتی تھی۔

حضرت ابو ہریرہؓ فطرتاً نہایت سادہ مزاج تھے۔ آسودہ حال ہو کر بھی اپنی سادہ وضع قائم رکھی۔ امارتِ مدینہ کے زمانے میں ان کی سادگی کی یہ کیفیت تھی کہ شہر سے نکلتے تو گدھا سواری میں ہوتا اس پر نمدے کا پالان کسا ہوتا تھا اور اس کی لگام کھجور کی چھال کی ہوتی تھی۔ جب کوئی سواری کے راستے میں آ جاتا تو ہنس کر کہتے راستہ چھوڑ دو، امیر کی سواری آ رہی ہے۔

اسی زمانے میں خود لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر گھر لے جاتے تھے۔ ایک دن اسی حالت میں بازار سے گزر رہے تھے کہ راستے میں ثعلبہ بن ابی مالک القرظی ملے، ان سے کہنے لگے، ابو مالک اپنے امیر کے لیے راستہ کھلا کر دو۔ انہوں نے کہا، اللہ آپ پر رحم فرمائے راستہ تو کافی معلوم ہوا ہے۔ فرمایا، تمہارا امیر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے ہے اس کے لیے راستہ کھلا کر دو۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابو ہریرہؓ خوفِ آخرت سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہتے تھے۔ ایک دفعہ شقیا اصجیؒ مدینہ آئے اس وقت حضرت ابو ہریرہؓ کچھ لوگوں کے سامنے حدیث بیان کر رہے تھے۔ شقیاؒ بھی ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ جب وہ حدیث سنا چکے اور لوگ چلے گئے تو شقیاؒ نے عرض کی، ''اے صاحب رسول مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیے جس کو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہو اور سمجھا ہو۔'' حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا، ایسی ہی حدیث بیان کروں گا، یہ کہا اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ہوش میں آئے تو کہا، میں تم کو ایسی حدیث سناؤں گا جو رسول اللہ ﷺ نے اس وقت بیان فرمائی تھی جب میرے سوا کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر نہ تھا۔ یہ کہہ کر پھر چیخ ماری اور غش کھا کر گر پڑے۔ ہوش آیا تو پہلی بات کا اعادہ کر کے تیسری مرتبہ بے ہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑے۔ شقیاؒ نے انہیں سنبھالا اور منہ پر ہاتھ پھیرا۔ اب ہوش آیا تو کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے سامنے تین آدمی پیش کیے جائیں گے۔ ایک عالم قرآن، دوسرا میدان جہاد میں لڑ کر مارا جانے والا اور تیسرا دولت مند۔ اللہ تعالیٰ عالم سے پوچھے گا، کیا میں نے تجھے قرآن کی تعلیم نہیں دی تھی؟ وہ کہے گا، ہاں خدایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تو نے اس پر عمل کیا؟ وہ کہے گا، دن رات اس کی تلاوت کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ

فرمائے گا، تو جھوٹا ہے۔ تلاوت میرے لیے نہیں بلکہ اس لیے کرتا تھا کہ لوگ تجھ کو قاری کہیں اور یہ خطاب تو نے حاصل کرلیا، پھر اللہ تعالیٰ میدانِ جہاد کے مقتول سے سوال کرے گا کہ تو کیوں قتل ہوا؟ وہ کہے گا، تو نے اپنی راہ میں جہاد کا حکم دیا، میں نے جہاد کیا اور مارا گیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو جھوٹ کہتا ہے تو نے میری راہ میں جہاد نہیں کیا بلکہ اس لیے لڑا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں اور یہ خطاب تو لوگوں سے پا چکا۔ پھر دولت مند سے سوال کرے گا کیا میں نے تجھے مال و دولت عطا کر کے لوگوں کی احتیاج سے بے نیاز نہیں کر دیا تھا؟ وہ کہے گا، ''بے شک خدایا'' اللہ تعالیٰ پوچھے گا تو نے یہ دولت کیسے صرف کی؟ وہ کہے گا، میں صلۂ رحمی کرتا تھا، صدقہ دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو جھوٹا ہے۔ صدقہ و خیرات سے تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ تجھ کو فیاض اور سخی کہیں اور لوگوں نے تجھے ایسا کہا۔ یہ حدیث بیان کر کے رسول اللہ ﷺ نے میرے زانو پر ہاتھ مار کر فرمایا، ابو ہریرہ سب سے پہلے ان تینوں کے لیے جہنم کی آگ دہکائی جائے گی۔

فیاضی اور سیر چشمی بھی حضرت ابو ہریرہؓ کا خاص وصف تھا۔ اپنا مال بے دریغ راہِ خدا میں لٹاتے رہتے تھے اور صدقہ و خیرات کرنے میں روحانی مسرت محسوس کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مروان نے انہیں سو دینار بھیجے، انہوں نے یہ سب کے سب صدقہ کر دیے۔ اگلے دن مروان نے یہ دینار واپس مانگ بھیجے کہ یہ کسی اور کے لیے تھے آپ کو غلطی سے چلے گئے۔ انہوں نے کہلا بھیجا، وہ دینار میں نے کسی کو دے دیے انہیں میری تنخواہ سے وضع کر لینا۔ مروان کا مقصد صرف ان کو آزمانا تھا۔ مہمان نوازی میں بھی وہ آپ اپنی مثال تھے۔ بعض لوگ ان کے پاس آ کر کئی کئی ہفتے قیام کرتے تھے اور وہ ان کی نہایت کشادہ دلی سے خاطر مدارات کرتے تھے۔

ارباب سیر نے حضرت ابو ہریرہؓ کا حلیہ اس طرح بیان کیا ہے:

گندمی رنگ، چوڑی چکلی چھاتی، سر پر زلفیں، دانت چمکدار، آگے کے دو دانت کشادہ۔ بالوں میں باختلافِ روایت زرد یا سرخ خضاب کرتے تھے۔

سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی چند احادیث بغرض افادہ وتبرک یہاں درج کی جاتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

☆ اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور چہروں کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نظر تو تمہارے دلوں پر ہے۔ (مسلم)

☆ بہادر وہ نہیں جو کُشتی میں دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ اصل بہادر تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (بخاری)

☆ اللہ تعالیٰ غیور ہے اور اس کی غیرت یہ ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ اس کا بندہ اس کے حرام کیے ہوئے کاموں کو کرے۔ (بخاری)

☆ جب تو صدقہ و خیرات کرے تو ایسی حالت ہو کہ تندرست ہو اور تجھے خود بھی مال کی ضرورت ہو ایسے صدقہ کا تو بہت ثواب ہے لیکن ایسی حالت میں کہ تو مرنے لگا ہے اور تو کہتا ہے کہ میرے مرنے پر اتنا فلاں کو دینا اور اتنا فلاں کو۔ تو ایسے صدقہ کا وہ ثواب نہیں کیونکہ اب تو نہ دے گا تب بھی مرنے کے بعد تیرا مال وارثوں ہی کو لینا ہے۔ تیرے پاس سے تو بہر حال اب اس مال کو چلے جانا ہے۔ (بخاری)

☆ ایک شخص سفر کر رہا تھا کہ اس کو سخت پیاس لگی۔ اس کو ایک باؤلی ملی وہ اس میں اتر گیا اور پانی پی کر باہر آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا پیاس کی شدت میں گیلی مٹی چاٹ رہا ہے اور اس کو پیاس سے وہی تکلیف ہے جیسی خود اس کو پانی پینے سے پہلے تھی۔ یہ دیکھ کر وہ شخص پانی میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھر کر منہ میں پکڑے ہوئے ہاتھوں کے ذریعہ باؤلی سے چڑھا اور وہ پانی کتے کو پلایا۔ اللہ کو اس کی یہ نیکی پسند آئی اور اس کے طفیل اللہ نے اس کے گناہ معاف کر دیے۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ، کیا جانوروں کے ساتھ سلوک کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، ہاں ہر ذی روح کے ساتھ سلوک کرنے پر ثواب ملتا ہے۔ (بخاری)

☆ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا نہیں کرتا اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ (مسلم)

☆ جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے کیوں کہ لوگوں میں کمزور، بوڑھے اور بیمار بھی ہوتے ہیں اور جب اکیلا پڑھے تو جتنی لمبی چاہے پڑھے۔ (بخاری)

☆ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ تو اس کی خیانت کرے، نہ اس کے آگے جھوٹ بولے، نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑے اور ہر مسلمان کا خون، عزّت اور مال

دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ لوگو تقویٰ تو دل کا کام ہے۔ یاد رکھو کہ انسان کے لیے یہی بڑی بدی ہے کہ وہ دوسرے بھائی سے حقارت سے پیش آئے۔ (مسلم)

☆ لوگو پناہ مانگو مصیبتوں، بد بختیوں، بری قسمت اور دشمنوں کو ہنسی کا موقع ملنے سے۔ (بخاری)

☆ لوگو حسد سے بچو کیوں کہ حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے جیسا کہ آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے۔ (بخاری)

☆ دو باتیں لوگوں میں جاہلیت کی باتوں میں سے ہیں ایک کسی کو حسب نسب پر طعن دینا دوسرے مردے پر نوحہ کرنا۔ (مسلم)

☆ جھوٹی قسم سے مال تو فروخت ہو جاتا ہے مگر تاجر کی کمائی میں برکت نہیں رہتی۔ (بخاری)

☆ بڑا بدقسمت وہ شخص ہے کہ اس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ میرے حق میں دعائے خیر نہ کرے (یعنی مجھ پر درود نہ بھیجے) (مسلم)

☆ جب کوئی شخص اپنے بستر پر جانے لگے تو اسے چاہیے کہ اپنے کپڑے کے دامن سے بستر جھاڑے کیوں کہ وہ نہیں جانتا کہ کیا کچھ (کیڑا مکوڑا) اس کے خالی بستر پر پڑا ہے۔ پھر کہے اے میرے رب تیرا نام لے کر میں اپنا پہلو بستر پر رکھتا ہوں اور تیرے فضل ہی سے میں سو کر اٹھوں گا۔ اے اللہ اگر تو نے (سوتے میں) میری روح قبض کر لی تو اس جسم پر رحم فرمائیو اور اگر میری روح قبض نہیں کرنی تو پھر (جاگنے کے بعد) اس کی حفاظت کیجیو جیسا کہ تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کیا کرتا ہے۔ (بخاری)

☆ جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین قسم کے کاموں کے، ایک تو صدقہ جس کا فیض جاری ہو، دوسرے اس کا علم جس سے دوسرے نفع پائیں اور تیسرے نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کرے۔ (مسلم)

☆ ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے کارندوں سے کہا کرتا تھا کہ اگر کوئی

شخص تنگ دست ہوتو اس سے درگزر کیا کروتا کہ اللہ تعالیٰ بھی ہم سے درگزر کرے جب وہ فوت ہوا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے درگزر فرمایا۔ (مسلم)

☆ دشمن سے مٹھ بھیڑ کی کبھی آرزو نہ کیا کرو مگر ہاں جب مٹھ بھیڑ ہو جائے تو خوب صبر سے لڑو۔ (بخاری)

☆ جو عورت اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ اپنے خاوند یا محرم رشتہ دار کے بغیر ایک دن اور رات کا سفر بھی کرے۔ (بخاری)

☆ دو آدمیوں کا کھانا تین کو اور تین کا چار کو کافی ہو جاتا ہے۔ (بخاری)

☆ تم میں سے کسی کو دعوت پر بلایا جائے تو قبول کرلو، اگر روزہ رکھا ہوا ہے تو وہاں دعا ہی کرلو اور اگر روزہ نہیں ہے تو کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ (مسلم)

☆ جب نماز (جماعت) کھڑی ہو جائے تو تم لوگ دوڑ کر نہ آیا کرو بلکہ چل کر آیا کرو اور وقار و سکینت کو لازم پکڑو۔ جو حصہ نماز کا پالو وہ امام کے ساتھ پڑھ لو اور جو چھوٹ جائے وہ بعد میں پورا کرو۔ (بخاری)

☆ تم میں سے کوئی شخص کبھی موت کی آرزو نہ کرے کیوں کہ اگر وہ شخص نیک ہے تو (زندہ رہنے کی صورت میں) امید ہے کہ اور زیادہ نیکیوں کی توفیق مل جائے اور اگر برا ہے تو ممکن ہے کہ توبہ کا موقع میسر آجائے۔ (بخاری)

☆ صدقہ کرنے سے کبھی مال و دولت میں کمی نہیں آتی اور جو لوگوں کے قصور معاف کرے تو معاف کرنا کبھی موجب ذلت نہیں بلکہ ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ عزّت بڑھائے گا۔ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی خاطر خاکساری اختیار کی، اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند فرمائے گا۔ (مسلم)

☆ جو شخص مال جمع کرنے کے لیے لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ گویا لوگوں سے آگ کا انگارہ مانگتا ہے، اب خواہ کم ملے یا زیادہ۔ (مسلم)

☆ دولت مندی زیادہ مال و دولت کا نام نہیں بلکہ دولت مندی تو دل کی دولت مندی ہے۔ (بخاری)

☆ اپنے سے کم درجے والوں کی حالت کا مشاہدہ کیا کرو اور اپنے سے بڑے مرتبے

والوں کی حالت کو زیادہ مت دیکھو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو انعامات تم پر اللہ کے ہیں، ان کی بے قدری نہ کر سکو گے۔ (مسلم)

☆ جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے ہمسایہ کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے اور جس کا اللہ اور قیامت پر ایمان ہے اسے چاہیے کہ مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی باتیں کرے ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری)

☆ جو شخص بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری میں رہتا ہے اس کو وہی درجہ ملے گا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو، ساری ساری رات تہجد پڑھنے والے کو اور ساری عمر روزہ رکھنے والے کو ملتا ہے۔ (بخاری)

☆ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر یہ پانچ حق ہیں: (۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمار پرسی کرنا (۳) جنازہ کے ساتھ جانا (۴) دعوت قبول کرنا (۵) چھینک مارے تو یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہنا۔ (بخاری)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ